بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فکر و نظر

شانِ رسالت، مقامِ رسالت اور منصبِ رسالت

ربِّ ذوالجلال والاکرام کے لیے یہ کچھ مشکل نہ تھا کہ چھٹی صدی عیسوی کے وہ لوگ جو دینِ حنیف کو چھوڑ کر شرک کی بھول بھلیوں میں گم ہو چکے اور معبودِ حقیقی سے منہ موڑ کر سینکڑوں خود ساختہ خداؤں کے سامنے اپنی پیشانیاں رگڑ رہے تھے، اچانک ایک ایسی زوردار آواز سے ——— کہ جس کو وقت کا ہر ذی شعور سن اور سمجھ سکتا ——— چونک اٹھتے کہ: "لوگو، فلاں مقام پر ایک کتاب موجود ہے، جاؤ اسے تلاش کر کے اس پر عمل کرو اور اس میں اپنی دنیادی اور اخروی فلاح کے سامان تلاش کرو کہ یہ کتاب کتابِ ہدایت ہے ——— اور اس کے کتابِ الٰہی ہونے میں کچھ بھی شک نہیں!" ——— مگر ایسا نہیں ہوا!

پھر یہ بھی نہیں ہوا کہ ایک خاص وقت میں ایک کتاب آسمانوں سے اس طرح اترتی کہ اس کے نزول کی کیفیت کو وقت کا ہر انسان اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا ——— اور اس بناء پر لوگوں کو اس کے "مُنزل من اللہ" ہونے کا یقین ہو جاتا تاکہ وہ اپنی زندگیاں اس کی ہدایات کے تحت بسر کر سکیں ——— یہ، اور ایسی کسی بھی صورت کو واقعات اور عقل تسلیم کے لیے تیار نہیں ہیں!

بلکہ ہوا تو یہ ہوا کہ انہی لوگوں میں رہنے اور بسنے والے ایک ممتاز خاندان، خاندانِ قریش کے ایک معزز گھرانے میں ایک بچے کی ولادت باسعادت ہوئی جس کا نام "محمدؐ" اور "احمدؐ" رکھا گیا ——— جس نے انہی لوگوں کے درمیان اپنے ایامِ شیرخوارگی گزارے، بچپن کی منازل طے کیں، جوانی کی سرحدوں میں قدم رکھا، کاروبار کیا، گھر آباد کیا ——— اور پھر جب عمرِ عزیز کی چالیس بہاریں دیکھ چکا تو اچانک جبکہ وہ ایک پہاڑی غار میں یادِ خدا میں مصروف تھا، اس پیغامِ خداوندی سے مشرف ہوا:

"اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ ۚ اِقۡرَاۡ وَ رَبُّکَ الۡاَکۡرَمُ ۙ الَّذِیۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ یَعۡلَمۡ ؕ"

"پڑھ اپنے رب کے نام سے کہ جس نے پیدا کیا، انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا

کیا، پڑھ کہ تیرا رب بہت ہی عزت والا ہے، جس نے قلم کے ذریعہ تعلیم دی اور انسان کو وُہ سب کچھ سکھلایا جس کو وُہ نہیں جانتا تھا۔!"

یہ نزولِ قرآن کی ابتداء تھی —— اب "محمدؐ" صرف "محمدؐ" نہیں، "محمد رسول اللہ" تھے۔ اور یہی وُہ بنیادی فرق ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیگر ابنائے آدم سے ممتاز کرتا ہے:

"قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ۔"

"(اے نبیؐ) آپ فرمادیجیے کہ میں تمہاری مثل ایک بشر ہوں (لیکن تم میں اور مجھ میں بنیادی فرق یہ ہے کہ) میری طرف وحی کی جاتی ہے (جبکہ تمہیں یہ سعادت حاصل نہیں!)"

—— اور یہ فرق کوئی معمولی فرق نہیں، کہاں ایک عام انسان اور کہاں سیدِ وُلدِ آدم، سید الانبیاء، سید الاولین والآخرین، خاتم النبیین، رحمت للعالمین، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کہ جنھیں "اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا"[1]، اور "وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا"[2] کا وُہ فخر و اعزاز حاصل ہوا کہ اس سے پیشتر کسی کا بھی نصیب نہ ہو سکا —— جس کا کلمہ پڑھنے کی صرف اس کی اپنی امت ہی مکلف نہیں، انبیاء علیہم السلام تک سے اس پر ایمان اور اس کی تصدیق کا وعدہ لیا گیا:

"وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ۭ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰي ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ۭ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ۭ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ۔"

کہ "جب اللہ تعالیٰ نے (روزِ ازل) تمام انبیاءؑ سے یہ وعدہ لیا کہ جب میں تمہیں کتاب و حکمت دے کر (دنیا میں بھیجوں) پھر تمہارے پاس ایک رسول آجائے، جو تمہاری کتابوں کو سچا بتلائے، تو تمہیں ضرور ضرور اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد (تائید) کرنی ہوگی —— اللہ تعالیٰ نے پوچھا، "کیا تم اقرار کرتے ہو اور

[1] "میں تم سب لوگوں کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔" [2] "ہم نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف بشیر اور نذیر بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔"

میرے ساتھ اس پختہ عہد کے لیے تیار ہو؟" ——— تو تمام انبیاءؑ نے جواب دیا، "(جی ہاں) ہم نے اقرار کیا!" ——— رب العزت نے فرمایا، "تو پھر اس بات پر گواہ رہو اور میں خود بھی اس پر گواہ ہوں!" ——— اور اسی بناء پر شبِ اسریٰ کو تمام انبیاء علیہم السلام کی امامت کا فخر صرف محمد رسول اللہ کو حاصل ہوا!

لیکن یاد رہے کہ یہی محمد رسول اللہ، محمد بن عبداللہ بھی ہیں، ابو القاسم بھی ہیں، عبداللہ اور طیب، طاہر کے ابا بھی ہیں، حسنؓ و حسینؓ کے نانا بھی ہیں۔ سیدہ فاطمہؓ، سیدہ ام کلثومؓ، سیدہ رقیہؓ اور سیدہ زینبؓ کے والدِ ماجد بھی ہیں ——— امہات المومنین (حضرت خدیجہؓ، حضرت سودہؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت حفصہؓ، حضرت ام حبیبہؓ، حضرت ام سلمہؓ، حضرت زینبؓ بنت جحش، حضرت جویریہؓ، حضرت صفیہؓ، حضرت میمونہؓ، اور حضرت زینبؓ بنت خزیمہ) کے قابلِ فخر شوہر بھی ہیں ——— گیارہ چچاؤں اور چھ پھوپھیوں کے بھتیجے بھی ہیں اور اسی لیے تو مخالفین نے یہ اعتراض کیا تھا:

"مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْأَسْوَاقِ!"

کہ "یہ کیسا رسول ہے جو کھانا بھی کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا بھی ہے!"

جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْأَسْوَاقِ۔"

کہ "اے نبیؐ) ہم نے آپ سے قبل جتنے بھی رسول بھیجے، وہ سبھی کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے بھی تھے۔"!

ایک طرف یہ تمام انسانی علائق ہیں اور دوسری طرف آپؐ رسول اللہ ہیں ——— تقویٰ و طہارت، زہد و ورع، اخلاق و حیا اور شرافت و تقدس کا ایک ایسا کامل ترین نمونہ کہ ع

دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں!

بڑے بڑے سیرت نگار، سوانح نگار، فصیح اللسان، لفّاظ، اہلِ قلم بھی اس اعتراف پر مجبور کہ ع

"لَا یُمْکِنُ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقُّہٗ"

کہ "آپؐ کی ثناء کماحقہٗ ممکن ہی نہیں۔"

حتیٰ کہ شاعرِ رسول حضرت حسانؓ بن ثابت بھی صرف یہی کہہ سکے ؎

وَاَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِیْ وَاَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ [1]

جی ہاں، یہی وہ کامل و اکمل انسان ہے کہ تمام بنی نوعِ آدم میں سے جس کا ہم رتبہ وہم پلہ نہ کوئی ہوا، نہ ہو سکے گا —— انہی کی طرف قرآنِ مجید کا بتدریج نزول شروع ہوا —— ابتدائے وحی سے لے کر انتہائے وحی تک سینکڑوں واقعات پیش آئے، حوادث رُونما ہوئے، زمانے نے ہزاروں رنگ بدلے —— ہر نئے موڑ پر، ہر رنگ میں، ہر پیش آنے والے اہم واقعہ پر وحی الٰہی سے رہنمائی کا سلسلہ جاری رہا —— اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ صرف کلامِ الٰہی کی تبلیغ و تعلیم اور تفہیم کے لیے اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان واسطہ بنے بلکہ امتِ مسلمہ کی عملی قیادت و راہنمائی کا فریضہ بھی آپؐ نے اس خوش اسلوبی سے انجام دیا کہ آپؐ کی سیرت قرآنِ مجید کی عملی تفسیر نظر آنے لگی —— اسی بنا پر حضرت صدیقہؓ نے آپؐ کے بارے میں فرمایا:

"خُلُقُهُ قُرْاٰنٌ!"

کہ "آپؐ کا خلق قرآنِ مجید (کی عملی تفسیر) ہے!"

اور یہی سنتِ الٰہی بھی ہے —— کسی بھی قوم کی اصلاح کے لیے اللہ تعالیٰ نے نبی اور کتاب دونوں کو ذریعہ بنایا ہے —— بلکہ یوں سمجھیے کہ نبی اور کتاب لازم و ملزوم ہیں، نبی کو کتاب سے الگ کر دیجیے تو محض کتاب ایک ایسی کشتی ہے کہ جس کا ناخدا کوئی نہ ہو اور جس کے انجان اور اناڑی مسافر تمام عمر زندگی کے سمندر میں بھٹکتے پھریں مگر ساحل نا آشنا رہیں —— اور اگر کتاب کو نبی سے الگ کر دیجیے تو خدشہ ہے کہ لوگ ناخدا کو ہی خدا سمجھ بیٹھیں —— اور وہ مقصد کہ جس کی خاطر نبی کو مبعوث کیا گیا ہے، پہلی ضرب کاری خود اسی مقصد پر لگے —— یہی وجہ ہے کہ جہاں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خیر الامم کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا گیا، وہاں اسے ایک لائحہ عمل (قرآنِ مجید) بھی دیا گیا —— اور جہاں اسے کتابِ ہدایت سے نوازا گیا وہاں اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسا ہادی و راہنما بھی ملا —— اور یوں اس ارشادِ الٰہی کی حقیقت بھی کھل کر سامنے آگئی:

"لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا

---

[1] "آپؐ سے بڑھ کر حسین کسی آنکھ نے نہ دیکھا، آپؐ سے بڑھ کر خوبصورت کسی ماں نے نہ جنا۔ آپؐ ہر عیب سے یوں پاک ہیں گویا کہ آپؐ کی خلقت آپؐ کی اپنی تمنا کے مطابق ہوئی ہے۔!"

عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔"!

کہ "اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر احسانِ عظیم فرمایا کہ انہی کی جانوں میں سے، ان میں ایک ایسے رسول کو مبعوث فرمایا جو ان پر اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھتا ہے، ان کا تزکیہ نفس کرتا اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے، جبکہ اس سے قبل یہ لوگ صریحاً گمراہی میں مبتلا تھے"!

قرآن مجید اور متفقہ آثار و شواہد کی روشنی میں جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے، اس سے ہمارے لیے شانِ رسالت، مقامِ رسالت اور منصبِ رسالت کو سمجھ لینا نہ صرف انتہائی آسان ہو جاتا ہے بلکہ اس بناء پر ہمیں ایک واضح لائحہ عمل بھی ملتا ہے:

رسول کوئی مافوق البشر ہستی نہیں ہوتی ——— اس دنیا میں جتنے بھی انبیاء علیہم السلام لوگوں کی راہنمائی کے لیے آئے، سبھی ابن آدم تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مخاطب فرما کر اللہ رب العزت کا یہ ارشاد کہ: "قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ[1]" ان تمام عقائدِ باطلہ کی نفی کر دیتا ہے جو آپؐ کی ذاتِ گرامی کے متعلق ہمارے ہاں آج کل پائے جاتے ہیں ——— مشرکینِ مکہ بھی کسی بشر کے رسول ہونے کو اچنبھا خیال کرتے تھے اور "هَلْ هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ[2]" کہہ کر لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دور رکھنے کا حربہ ان کے اسی عقیدہ کا غماز تھا، جبکہ آج ہمارا عقیدہ بھی یہی ہے کہ رسول اللہ بشر نہ تھے یا بالفاظِ دیگر رسول کسی مافوق البشر ہستی کو ہونا چاہیے ——— دراصل یہ سوچ ان لوگوں کی ہے جو شرفِ انسانیت کے متعلق کسی بہت بڑی غلط فہمی کا شکار ہیں، سورۃ "والتین" میں اللہ تعالیٰ نے چار قسمیں کھا کر فرمایا:

"لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ۔"

کہ "ہم نے انسان کو سب سے اچھی صورت میں پیدا کیا ہے"!

دوسری جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

" وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ

---

[1] کہہ دیجئے میں کوئی نیا پیغمبر نہیں آیا"!

[2] "یہ رسول تو تمہی جیسا ایک بشر ہے، کیا تم دیدہ و دانستہ اس کے سحر کا شکار ہو رہے ہو؟"

وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلٰی كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا۔"

کہ "ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی، انہیں بر و بحر میں سواری مہیا کی، پاکیزہ رزق عطا کیا اور انہیں اپنی کثیر مخلوقات پر فضیلت عطا فرمائی!"

جبکہ سورۃ البینۃ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کے متعلق فرمایا:

"اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ۔"

کہ "یہ لوگ ساری مخلوق میں بہترین ہیں!"

—— اور اس وقت تو یہ شرف اور بھی زیادہ اہمیت کا حامل ہو جاتا ہے جب ایک انسان اپنے بشری مقتضیات کو افراط و تفریط سے بچا کر راہ اعتدال پہ لے آتا اور انہیں ایک خاص مرکز و محور عطا کر دیتا ہے —— کیا ایک ایسے انسان کی فضیلت میں کچھ کلام ہو سکتا ہے کہ جس کے ہاتھ سلامت ہیں، لیکن یہ ہاتھ کسی پر ظلم و تعدی اور دست درازی کے لیے نہیں بڑھتے؟ —— جس کی آنکھیں بینائی سے معمور ہیں، لیکن ان نگاہوں کا زاویہ وہی رہتا ہے جو اللہ رب العزت نے اس کے لیے متعین کر دیا ہے —— جو چل سکتا ہے لیکن اس کی چال غلط رُخ اختیار نہیں کرتی، جو قوتِ گویائی تو رکھتا ہے، لیکن جھوٹ اور فواحش و لغویات اس کے قریب بھی نہیں پھٹکتے ——؟ —— جو سوچ تو سکتا ہے لیکن اس کی سوچ کی لہریں شریعت کی متعینہ حدود سے تجاوز نہیں کر پاتیں —— جو کھاتا بھی ہے اور پیتا بھی، لیکن وہی جو قدرت نے اس کے لیے حلال ٹھہرایا ہے —— جو اہل و عیال تو رکھتا ہے، لیکن ان کی محبت اس کے دین کے لیے کبھی بھی خطرہ نہیں بنی —— جو آرام کا متمنی ہے، لیکن میٹھی نیند کو تج کر، نرم و گرم بستر چھوڑ کر کڑکتے جاڑوں میں ٹھنڈے پانی سے وضو کر کے مسجد کا رُخ کرتا اور اپنے خالق حقیقی کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتا ہے —— "تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا" کی یہ کتنی سچی تصویر ہے؟ —— تو پھر وہ کہ:

راتوں کے قیام سے جس کے پاؤں متورم ہوئے —— جس کے لبوں سے ہمیشہ رشد و ہدایت کے پھول ہی برسے —— جس کو "صادق" و "امین" کے لقب سے ان لوگوں نے یاد کیا جو اس کی جان کے درپے تھے —— جس نے ان کے بوجھ بھی اپنے سر پر لادے اور انہیں منزلِ مقصود تک پہنچایا جو مخالفین کے پروپیگنڈہ سے متاثر ہو کر اسی سے دُور بھاگ جانا چاہتے تھے —— جس نے اس کی عیادت میں بھی کوئی کسر نہ اٹھا رکھی جو روزانہ اس کے سر پر گھر کا کوڑا پھینکتی تھی —— جس نے

اپنے بدترین دشمنوں کو بھی "لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ" کا مژدہ سنایا ـــــــ جو پسند کرتا تو پہاڑ سونے کے بن کر اس کے پابہ رکاب ہو جاتے، لیکن اس کے گھر میں مہینوں چولہا سرد رہتا تھا ـــــــ جس کے ہزاروں جاںنثار ساتھی اس کے گھر کا کام کاج کرنے کو باعثِ سعادت خیال کرتے، لیکن اس کی بیٹی چکی خود پیستی اور پانی کا مشکیزہ خود اپنے کندھوں پر اٹھاتی تھی ـــــــ جوانِ رعنا مگر مجسمِ شرافت وحیا، جس کی آنکھوں نے کبھی غلط دیکھا، نہ کانوں نے کبھی غلط سنا اور نہ دل و دماغ ہی نے کبھی غلط سوچا ـــــــ اگر یہ ایک بشر ہونے کے باوجود ان عظمتوں کا حامل ہے تو بتائیے کہ اس کا بشر ہونا باعثِ فخر و فضیلت ہے یا باعثِ عار؟ ـــــــ افسوس، ہم شانِ رسالت کو سمجھ سکے نہ مقامِ رسالت کو ـــــــ اگر کسی مافوق البشر ہستی کو رسول بنا کر انسانوں میں مبعوث کیا جاتا اور پھر اس کی اتباع بھی لازم قرار دی جاتی ـــــــ "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" کا فرمان بھی ہمیں سنایا جاتا تو اس عادل و منصف احکم الحاکمین کہ جس سے بڑھ کر کوئی بھی عادل و منصف نہیں، کے عدل و انصاف پر حرف نہ آتا کہ ہمارے لیے بطورِ نمونہ ایک ایسی ہستی کو پیش کیا جارہا ہے کہ جس کے فطری تقاضے اور داعیے ہمارے فطری تقاضوں ہی سے الگ ہیں؟ ـــــــ اسی حقیقت کی نقاب کشائی قرآنِ مجید نے ان الفاظ میں فرمائی ہے:

"لَوْ كَانَ فِی الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ یَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّیْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَیْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا"!

کہ "اگر اس زمین میں (انسانوں کی بجائے) فرشتے بود و باش رکھتے تو ہم (ان کی رہنمائی کے لیے) ان پر آسمانوں سے کسی فرشتے ہی کو نازل فرماتے (مگر چونکہ یہاں انسان بستے ہیں، لہٰذا ایک افضل ترین انسان ہی کو ان کی ہدایت پر مامور فرمایا گیا!")

ـــــــ ذرا ان الفاظ پر دوبارہ غور فرمائیے:

"لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ! الاٰیة"!

کہ "اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر احسانِ عظیم فرمایا کہ ان میں ایک رسول انہی کی جانوں میں سے مبعوث فرمایا"!

ـــــــ حقیقت کس قدر آشکارا ہے؟ ایک طرف شانِ رسالت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت کو مومنوں پر احسانِ عظیم جتلا

رہے ہیں اور دوسری طرف یہ حقیقت اظہر من الشمس، کہ جس رسول ؐ کی بعثت ان پر احسانِ عظیم ہے وہ ان میں، انہی کی جانوں میں سے مبعوث کیا گیا ہے ——— کیوں نہ ہو، مانگنے والے نے مانگا بھی تو یہی تھا:

" رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ "!

کہ "اے ہمارے رب، ان میں ایک رسول ؐ انہی میں سے مبعوث فرما، جو ان پر تیری آیات پڑھے، انہیں کتاب و حکمت سکھائے اور ان کا تزکیہ نفس کرے، بیشک تو ہی تو غالب، حکمت والا ہے"!

——— اور کون نہیں جانتا کہ "دعائے خلیل ؑ" اور "نوید مسیحا" یہی آمنہ کے لال ؐ تھے، ——— اور کسے انکار ہے کہ خلیل اللہ کی یہ دعا لفظ بہ لفظ اور حرف بحرف پوری نہیں ہوئی، مگر "منھم" کی بجائے "من انفسھم" کی مزید وضاحت کے ساتھ کہ کہیں مشرکینِ مکہ کی طرح ہم بھی اس غلط فہمی کا شکار نہ ہو جائیں کہ بشر رسول نہیں ہو سکتا ——— اور ——— رسول بشر نہیں ہوتا!

تاہم "إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ" کی حقیقت کے ساتھ ساتھ "يُوحَىٰ إِلَيَّ" کے قابلِ فخر اعزاز و امتیاز کو بھی ہرگز ہرگز نظر انداز نہ ہونا چاہیے، جو یقیناً ایک بہت ہی بڑا اعزاز اور ایک بہت ہی بڑا امتیاز ہے!

اور مقامِ رسالت بھی تو صرف یہی نہیں کہ ایک مسلمان اپنی تمام عمر انہی بحثوں میں صرف کر دے کہ رسول اللہ کون تھے، کیسے تھے؟ ——— آپ ؐ کس قدر جمیل اور صاحبِ جمال تھے،——— اور صرف عمروں پر ہی کیا منحصر ہے، یہ بحثیں صدیوں پر پھیل جائیں ——— قوم بے راہ، بے عمل اور بدعمل ہو جائے ——— پورے کا پورا دین پس پردہ چلا جائے، لیکن عقل و خرد، زورِ بیان، تحریر و تقریر اور تحقیق و تنقید کی صلاحیتیں صرف علوِ مرتبت اور شان و رفعت کی تعیین کے لیے وقف ہو کر رہ جائیں حتیٰ کہ علم و جہالت اور اسلام و کفر کا معیار بھی یہی چیزیں قرار پا جائیں لیکن کوئی سرا ہاتھ نہ آئے بلکہ یہ گتھی الجھتی ہی چلی جائے ——— حالانکہ کتابِ الٰہی ہمارے پاس موجود ہے اور فرامینِ رسول ؐ بھی ہمارے سامنے ——— کتابِ الٰہی مقام و منصبِ رسالت کی ترجمان ہے اور ارشاداتِ رسول ؐ

اس کے مفسر و ترجمان !ــــــ کیا یہ دونوں ایک دوسرے کا مقام و منصب متعین کرنے کے لیے کافی نہیں ہیں ؟ــــــ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم نبی کو کتاب سے الگ کر چکے اور کتاب کو نبی سے الگ کر چکے ہیں، کہ ایک طرف تو کشتیٔ حیات ناخدا سے محروم ہو کر ڈانواں ڈول ہے اور دوسری طرف ناخدا ہی ہماری نظروں میں خدا بن چکا ہے ؟

للہ ! قرآن کو پڑھیے اور اس کی روشنی میں مقام و منصبِ رسالت کو پہچانیے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ قرآن کو بھی رسول اللہ کی زبان سے سمجھیے ــــــ پھر آپ کو پتہ چلے گا کہ یہ دونوں ہی آپ کو اس راستے پر لاکھڑا کرنا چاہتے ہیں جو آپ کے خدا کی طرف جاتا ہے ــــــ !

ــــــ ارشادِ ربانی " لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ " آپ کی انہی گتھیوں کو انتہائی خوش اسلوبی سے سلجھا رہا ہے کہ شانِ رسالت کے ساتھ ساتھ مقام و منصبِ رسالت یہ ہے کہ یہ رسولؐ آپ پر اللہ کی آیات پڑھتا اور اس طرح آپ کا تزکیۂ نفس کرتا ہے ــــــ لیکن اگر شانِ رسالت کی تقریبات میں مقامِ رسالت ہی نہ صرف نظر انداز ہو کر رہ جائے بلکہ خود اسی کی نفی ہونے لگے تو قرآن کا مقصد کہاں پورا ہوا اور رسولؐ کی بعثت سے ہمیں کیا فائدہ حاصل ہوا ؟ ــــــ بطورِ مثال " عید میلاد النبیؐ "، کو رسول اللہ سے محبت و عقیدت کا رنگ دے کر اس کی آڑ میں اگر فلمی نغمے الاپے جائیں، ڈھولک کی تھاپ پر رقص کیا جائے، جھٹوں کی دھنا دھن پر سر دھنا جائے، ریڈیو ٹیلیویژن ایسے قومی ذرائع ابلاغ سراپا طاؤس و رباب بن کر رہ جائیں کہ پوری قوم سرمست ہو کر جھومنے لگ جائے، تو بتائیے کہ ارشادِ ربانی " يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ " کے تقاضے کیا یہی ہیں ؟ ــــــ " وَيُزَكِّيْهِمْ " سے مراد کیا یہی تزکیۂ نفس ہے، کہ انسان مقامِ انسانیت سے ہی گر جائے اور حیوانوں کی صف میں شامل ہو جائے ؟ ــــــ کیا ایک مومن کے شب و روز یہی ہونے چاہئیں ؟ ــــــ کیا رسول اللہ نے یہی دین ہم تک پہنچایا تھا ؟ ــــــ اصحابِ رسول اللہ کے آئینۂ حیات میں ہمیں کوئی بھی ایسا عکس نظر آتا ہے ؟ ــــــ تابعینؒ و تبع تابعینؒ ہی کی سوانح حیات میں کوئی ایسی مثال مل سکتی ہے ؟ ــــــ اور ائمہ کرام رح، کہ جن کے اقوال کو فرامینِ رسولؐ پر بھی ترجیح دے دینے کی جسارت کر ڈالی گئی ہے ــــــ اور جن کا مقلد ہونا باعثِ ناز سمجھا جاتا اور حدیثِ رسولؐ پر عمل پیرا ہونے والا غیر مقلد، اور

غیر مقلد ہونا ایک گالی اور طعن بن چکا ہے، انہی سے ان سرستیوں کی کوئی سندِ جواز عطا ہو سکتی ہے؟ —— ہرگز نہیں، وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا!"

—— اور افسوس کہ ہم نے منصبِ رسالت کو بھی نہ سمجھا —— جس کا فرضِ منصبی ہی "وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ" ہو —— جس کو معلّمِ کتاب وحکمت خود خدا بتلائے، اس سے بڑھ کر اور اس سے بہتر اور معلّم کون ہو گا؟ —— لیکن ہم ہیں کہ کتاب کو رسول سے الگ کر کے، فرامینِ رسول کی بجائے اسے ائمہ کی زبان سے سمجھنا چاہتے ہیں؟ کیا رسول اللہ کی تعلیم میں ہمیں کوئی نقص نظر آتا ہے؟ —— مندرجہ بالا ارشادِ الٰہی سے ہمیں کیوں اطمینان حاصل نہیں؟ —— کیا معاذ اللہ ہمارا یہ خیال ہے کہ ائمہ کا طریقِ تعلیم رسول اللہ کی نسبت زیادہ عام فہم، زیادہ پر اثر، زیادہ کامیاب اور زیادہ ذومعنی ہے؟ —— یا کیا ارشادِ ربانی "اَلدِّيْنُ يُسْرٌ" سے ہمیں اتفاق نہیں؟ —— حدیثِ رسول کو چھوڑ کر تقلید پر فخر کرنا اور اسے ضروری قرار دینا کیا خدا تعالیٰ کو تدبیریں سمجھانے والی بات نہیں کہ رسول اللہ کی بجائے ائمہ کو مبعوث کیا جانا چاہیے تھا؟ —— اپنی کتاب کی ترجمانی کا فریضہ انہیں سونپنا چاہیے تھا؟ یا، رسول اللہ کی رسالت کے ساتھ ساتھ ائمہ کی رسالت کا بھی قائل ہونا ضروری ہے؟ —— لیکن رسول اللہ تو ابوبکر صدیقؓ بھی نہیں، عمر فاروقؓ بھی نہیں —— اور ان کو بھی چھوڑ دیتے:

"لَوْ كَانَ مُوسٰى حَيًّا مَا وَسِعَهُ إِلَّا اتِّبَاعِيْ۔

رسول اللہ تو وہ ہیں، جنھوں نے فرمایا، "اگر موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری اتباع کے بغیر کوئی چارۂ کار نہ ہوتا!"

ہم نے اپنی سابقہ گزارشات کے ذریعے توحیدِ الٰہی پر روشنی ڈالی تھی جبکہ زیرِ نظر صفحات میں ہم نے رسالت کو موضوعِ بحث بنایا ہے تاکہ "لا الٰہ الا اللہ" (توحید) کے ساتھ ساتھ "محمد رسول اللہ" (رسالت) کے تقاضے بھی پورے ہو سکیں —— پس اے وہ لوگو کہ پورے کلمۂ توحید "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کے قائل ہو، عبادت صرف اللہ کی کرو، اور اس کا طریقہ صرف رسول اللہ سے سیکھو، کہ جہاں صفاتِ الٰہی میں اغیار کو شامل کرنا شرک ہے وہاں رسول اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی اتباع کرنا بھی حبطِ اعمال کا باعث ہے —— دیکھیے قرآن کیا فرماتا ہے:

"یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا أَطِیْعُوا اللّٰهَ وَأَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْا أَعْمَالَكُمْ"!

کہ "اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو۔ اور (اس سے منحرف ہو کر) اپنے اعمال باطل نہ کرو!"

پس، یہ ماہ ربیع الاول اگر تمہارے نزدیک عظمتوں کا حامل ہے، اگر رسول اللہ کی بعثت تمہارے لیے باعثِ خیر و برکت ہے، اور اگر تمہارے نزدیک آخری نبیؐ کی امت ہونا باعثِ فخر ہے —— تو اس آخری نبیؐ کا آخری پیغام بھی سن لو:

"تَرَکْتُ فِیْکُمْ أَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِهِمَا کِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّتِیْ!"

کہ "میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، اگر تم نے انہیں مضبوطی سے پکڑے رکھا تو کبھی گمراہ نہ ہو گے، یہ دو چیزیں کیا ہیں؟ —— کتاب اللہ اور سنتِ رسولؐ!"

آج جبکہ تم پاکستان کو صحیح معنوں میں اسلامی مملکت بنانا چاہتے ہو تو اس عہد کو پھر سے دلوں میں تازہ کر لو کہ تمہاری گردنیں کبھی نہ جھکیں گی مگر خدا کے سامنے، اور تمہارے سرِ اطاعت کبھی تسلیم نہ ہوں گے مگر ارشاداتِ رسولؐ کے سامنے —— کرنے کا کام تو یہی ہے، تو پھر اسے آج ہی کیوں نہ کر ڈالو، اسی ماہِ مبارک میں —— اسی ربیع الاول میں!

دیکھیے! قرآن مجید پکار پکار کر کہہ رہا ہے:

"وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ یُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ۔ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ یُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِیْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ"

کہ "جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں، اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے —— اور جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرے گا اور اس کی حدود سے تجاوز کرے گا تو اس کے لیے جہنم کا ابدی رسواکن عذاب ہے۔"

؎ بمصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی ست

وما علینا الا البلاغ! (اکرام اللہ ساجد)